

لیفٹنٹ کرنل محمد اعظم ریٹائرڈ

شیرشاہ سوری

برصغیر کا پنهان حکمران جس کا عرصہ حکومت بہت مختصر تھا، تاریخ کی ان ممتاز ہستیوں میں سے ایک ہے جس کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔ اس کی کئی وجوہ ہیں ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس کی وفات کے دس سال کے اندر اس کا خاندان نیست و نابود ہو گیا، بلکہ عنان حکومت اس کے قبیلے سے نکل کر مغلوں کے ہاتھ میں پہنچی، جو صدیوں تک برصغیر میں برسر اقتدار رہے اور تمام سوانح نگار جنہوں نے شیرشاہ کے بارے میں لکھا مغلوں کے دربار سے متعلق تھے اور وہ بوجہ مغلوں کا تختہ الٹنے والے کے متعلق حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے رہے اور اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ تیسری اور اہم وجہ بعد کے سوانح نگار ہندو یا انگریز تھے جنہوں نے جان بوجھ کر اس عظیم حکمران سے متعلق فارسی میں موجود کتابوں کا ترجمہ ایمانداری اور دیانتداری سے نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہو سکے کہ شیرشاہ سوری ایک بہترین منتظم اور فن حرب میں غیر معمولی ذہانت رکھتا تھا۔

آج ہم گرینڈ ٹرنک روڈ سے سفر کرتے ہوئے پشاور سے لاہور نہ صرف باسانی پہنچ جاتے ہیں بلکہ اگر ہم پڑوسی ملک بھارت کی سرحد پار کر کے اس سڑک پر جو کہ آج سے چار سو سال پہلے تعمیر کی گئی تھی اپنا سفر جاری رکھیں تو ہم نہ صرف دہلی پہنچ جائیں گے بلکہ اس سے آگے بنگال تک بغیر دقت کے جاسکتے ہیں۔ یہ سڑک ایک ایسے مسلم حکمران کا کارنامہ ہے جو زیادہ عرصہ حکمران نہیں رہا۔ بلکہ ان چند سالوں میں وہ جنگ و جدل میں بھی مصروف رہا۔

گرینڈ ٹرنک روڈ کے علاوہ شیرشاہ سوری نے ہندوستان کو ایسا مال گزاری کا نظام دیا جو آج تک ویسے کا ویسا رائج ہے۔ ریونیو کا یہی نظام مغلوں کے عہد میں بھی رائج رہا، مغلوں کے بعد سکھ درانی اور انگریز اس میں کوئی تبدیلی نہ لائے۔ بلکہ یہاں تک کہ بعض الفاظ مثلاً خسرہ، کھٹونی وغیرہ کا متبادل نہیں پیش کر سکے، محکمہ مال میں جو خاص اصطلاحات شیرشاہ سوری کے زمانے میں رائج ہوئیں یہ برصغیر میں آج تک رائج ہیں۔ شیرشاہ کی انتظامی صلاحیتوں کا اندازہ اس کے بندوبست اراضی سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ بندوبست اراضی کا یہ تجربہ اس نے اپنے باپ کی جاگیر جو بہار میں دو پرگنوں پر مشتمل تھی کے انتظام کے دوران حاصل کیا تھا۔

شیرشاہ سوری ایک بہادر اور طاقت ور حاکم تھا۔ جو کہ اپنی ہمت سے برصغیر کے شہنشاہ کے عہدے تک پہنچا۔ وہ قانون شکنوں کے خلاف سخت گیر اور دانا اور طاقتور حاکم تھا۔ جو کہ اپنی ہمت سے برصغیر کے شہنشاہ کے عہدے تک پہنچا۔

وہ ایک خود ساختہ شخص کی بہترین مثال ہے۔

شیرشاہ سوری جس کا اپنا نام فرید خان تھا، روہ کے پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ شیرشاہ سوری کا آبائی وطن جہاں پٹھان قبیلے آج کل بھی آباد ہیں کوہ سلیمان کی ترایوں میں روہ کا علاقہ ہے۔ صوبہ سرحد و افغانستان کا یہ پہاڑی علاقہ پٹھان یا قدیم پنجتون علاقہ کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے جو شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب میں بلوچستان تک اور مغرب میں غزنی کی پہاڑیوں سے لے کر مشرق میں دریائے سندھ تک پھیلا ہوا ہے۔

قدرت نے اس علاقہ کو ایک ایسی بہادر قوم کا گہوارہ بنایا ہے جو کہ ابتدائے آفرینش سے اپنے سے قوی تر دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہی ہے۔ زمانہ قدیم سے روہ کا علاقہ کسی بزدل قوم کا مسکن نہیں رہا۔ روہ کے لوگ مخصوص عادات رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایک غلام کی طرح اپنی روزی کیلئے کڑی محنت کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ خونریزی اور کشت و خون سے روزی پیدا کرنا اس کیلئے آسان تر اور باعث فخر ہے حکومت برطانیہ کی کڑی نگرانی کے دور میں بھی ان کیلئے پشاور کے بازار سے کسی متول تاجر کو پکڑ لانا ایسا ہی آسان تھا جیسے کسی بھیڑیے کا کسی مینے کو اٹھالانا..... پٹھان کیلئے جنگ و جدل ایک تفریح کا مشغلہ ہے، باہمی نزاع میں وہ ایک کھلاڑی کی مانند لڑتا ہے۔ زمانہ قدیم سے پٹھانوں کی زندگی خانہ بدوش رہی ہے اور اس کی اس خصوصیت کو قافلوں کی تجارت اور مشرق کی جانب سندھ کے میدان اور اس کے پار قبیلوں کی ہجرت نے زندہ رکھا۔ حکومت نام کی کسی شے سے پٹھان قبیلوں کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ آج بھی حکومت نام کی کوئی شے اس کے وطن میں نہیں ہے۔ تاہم اس بہادر اور سادہ لوح قوم نے اپنے لئے ایک ایسا آئین بنا رکھا ہے جس کی مثال دنیا کی شاید ہی کوئی دوسری قوم پیش کر سکے۔ اس کا آئین ابتداء سے آج تک غیر تحریری ہے جو پشت در پشت کے رسم و ارواح پر مبنی ہے اس آئین کی امتیازی خصوصیت مساوات اور انصاف پسندی ہے ان کی زبان میں اسے ”پنجتون ولی“ کہتے ہیں۔ روہ کے علاقہ میں کوئی بھی مطلق العنان حکمران نہیں ہوا، وہاں کبھی کوئی موروثی مرکزی حکومت قائم ہوئی۔ بیرونی حملہ آوروں کے بغیر ان پر کوئی بھی تلوار کے زور پر اپنا سکہ نہیں جما سکا۔ پٹھانوں میں نظام حکومت کی پہلی سیڑھی قبیلہ کا سردار ہوتا ہے اور وہ آگے چل کر وفاقی حکومت میں مبدل ہو جاتا ہے۔ اس وفاقی حکومت کا صدر ایک منتخب ملک ہوتا ہے۔ جو دوران جنگ سپہ سالار ہوتا ہے اور دوران امن ان کے قومی جرگہ کا صدر۔ اگر جرگہ کی میننگ کسی سیاسی مسئلہ پر غور کرنے یا باہمی نزاع و نفاق کو دور کرنے کے لئے منعقد کی جاتی ہے پٹھان اپنی جائیداد پر کسی قسم کا ٹیکس ادا نہیں کرتا اور نہ اپنے کنبہ کے سربراہ و پیر کے علاوہ کسی کا حکم ماننے کا روادار ہوتا ہے پٹھان کسی سیاسی یا سماجی اکائی کا کافر نہیں بلکہ کنبہ ہوتا ہے۔ قرون وسطیٰ میں پٹھان معاشرے میں طبقے تو ہوتے تھے مگر ان میں ذات پات کا امتیاز نہ تھا ان میں عام طور پر تین طبقے تھے جو سماجی فوقیت کے اعتبار سے شریف، موالی اور غلام کے نام سے جانے جاتے تھے۔ شریف

روہ کے خطہ سے ہجرت کا جو سلسلہ زمانہ قدیم میں انڈو آریں لوگوں کی آمد سے شروع ہوا تھا مسلسل ۱۸ ویں صدی تک جاری رہا جس کے نتیجے کے طور پر روہ میکلکھنڈ اور اس کے قرب و جوار میں بنگلہ آفریدی اور یوسف زئیوں کی بستیوں آباد ہو گئیں۔ قرون وسطیٰ میں برصغیر میں پٹھانوں کی آمد نے اسلام کے قالب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ہماری تاریخ کی ابتداء پندرھویں صدی کے آخر نصف دور میں شروع ہوتی ہے جبکہ روہ کے پٹھان یکے بعد دیگرے ہندوستان کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔ اور دہلی میں سلطان، بہلول لودھی نے پٹھان سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔

اسی بہلول لودھی کے عہد حکومت میں فرید خان عرف شیر شاہ کے مورثوں نے روہ کے علاقے سے ہندوستان کی جانب ہجرت کی اور یہی وہ فرید خان ہے جس نے آگے چل کر دوسری بار ہندوستان میں پٹھان حکومت قائم کی جو کہ چند روزہ ثابت ہوئی۔ شیر شاہ سوری کا مورث اعلیٰ ابراہیم سوری کا علاقہ کوہ سلیمان کی ترائیوں میں ویدک زمانہ کی گول ندی کے کنارے غزنی اور چین کے درمیانی واقع علاقے میں ایک چھوٹی سی بستی میں رہنے والی غلوی قوم سے تعلق رکھتا تھا، دریائے گول کے کنارے چھ سات میل ایک لمبی پٹی ہے جہاں ابراہیم سوری کا مکان تھا، ابراہیم سوری روہ کا ایک گننام افغان تھا، جو ضعیف العمری میں اپنے بیٹے حسن کے اصرار پر عازم ہجرت ہوا۔ یہ زمانہ غالباً 1482 کا تھا اس وقت تک افغان مہاجرین کی ایک کثیر تعداد ہندوستان آ چکی تھی۔ ہندوستان وارد ہونے کے بعد ابراہیم سب سے پہلے اپنے ایک دور کے رشتہ دار کے ہاں قیام پذیر ہوا اپنے میزبان صورت خان سوری کے ہاں مختصر عرصے تک قیام کرنے کے بعد اور ابراہیم سوری ایک اور سوری سردار داؤد کے ہاں ہریانہ چلا آیا جس سے مایوس ہو کر جلد ہی وہ جمال خان سارنگ خانی کے پاس حصار چلا آیا، جمال خان نے پرگنہ نارنول میں چند گاؤں ابراہیم کو بطور قطع دیئے۔ اس طرح ابراہیم کا بیٹا حسن سوری نارنول میں 40 گھوڑوں کا سردار بن گیا، نارنول لودھی سلطنت کے جنوب مغرب میں راجپوت ریاستوں کی سرحد پر واقع تھا۔ بالاخر ابراہیم نے اس قصبے میں بودو باش اختیار کر لی۔ شیر شاہ سوری کے سوانح نگاروں کے بیانات اس کی پیدائش کے بارے میں متضاد ہیں لیکن اندازاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیر شاہ سوری بہلول کی تخت نشینی 1452 اور 1489 کے عرصے کے درمیان پیدا ہوا۔ اور اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فرید کی ولادت بہلول لودھی کی وفات سے تین سال پہلے 1486 میں ہوئی۔ تاریخ کی طرح فرید خان کی جائے پیدائش میں بھی اختلاف ہے، ایک سوانح نگار کے مطابق فرید خان حصار میں نہیں بلکہ نارنول میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں حسن کی جاگیر سہرام حاجی پور اور ٹانڈہ میں تھی جو کہ بہار میں تھا۔ جہاں اسے 500 گھوڑوں کا دستہ رکھنے کا منصب دیا گیا تھا۔ اپنی ابتدائی زندگی میں شیر شاہ کچھ زیادہ مطمئن اور خوش و خرم نو جوان نہیں تھا۔ اس کے والد حسن خان کی متعدد بیویاں تھیں جن سے اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹا سلیمان خان تھا جس کی ماں خوبصورت ہندو زگر عورت تھی۔ اور جس کی وجہ سے حسن کا گھر سازشوں کا کھانڈہ بنا ہوا تھا وہ چاہتی تھی کہ حسن سلیمان کو اپنا وارث مقرر کر کے ساری جاگیر اس کے نام

کر دے، فرید کی روز افزوں شہرت نے سلیمان کی ماں کے دل میں حسد پیدا کر دیا تھا لہذا آہستہ آہستہ حسن کے رویہ میں تبدیلی آتی گئی اور حسن نے فرید کے انتظام میں نکتہ چینی شروع کر دی۔ اس رویے سے دل برداشتہ ہو کر فرید نے جاگیر کے انتظام میں دلچسپی لینا بند کر دیا اور اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر فرید خان نے روزی کی تلاش میں بہرام چھوڑ کر آگرہ جانے کا ارادہ کیا۔ حسن کے عزیز و اقارب کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اکٹھے ہو کر حسن کے پاس آئے اور اس کو سخت لعنت ملامت کی کہ وہ ایک کنیز بیگم کے کہنے پر اپنے لائق اور ہونہار لڑکے کو گھر سے نکال رہا ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ سلطنت میں ہر چار طرف بد امنی ہے۔

فرید نے 522 میں اپنے والد کا گھر چھوڑ دیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً 36 سال تھی اس نے اپنے بیوی بچوں کو بھائی کے سپرد کر دیا اور تین تہا کا پنور کے راستہ آگرہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

بہرام سے شیر خان سلطان جنید برلاس کی خدمت میں آگرہ گیا اور اس کی وساطت سے بابر کے دربار میں پیش ہوا۔ اس نے چندیری کے محاصرہ میں شرکت کی اور کچھ مدت تک مغلوں کی فوج کے ساتھ رہ کر طریقہ جنگ و نظامت سیکھے۔ ایک روز ایک دعوت میں بابر کی موجودگی میں شیر خان کو چینی کی طشتری میں مچھلی کھانے کو دی گئی، شیر شاہ اس کے کھانے سے ناواقف تھا اس نے فوراً اس کو اپنے خنجر سے کاٹا اور کھانے لگا بابر یہ سب دیکھ رہا تھا اس نے اپنے وزیر کی توجہ اس طرف دلائی اور کہا اس نے بہت سے عالی مرتبہ اور بہادر افغان دیکھے ہیں مگر کسی اور افغان نے اس کو متاثر نہیں کیا۔ اس نے اپنے وزیر کو یہ بھی تاکید کی کہ وہ اس پر نظر رکھے۔ اس واقع کی صحت مشکوک ہے کیونکہ کسی اور واقع نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی تصدیق کی ہے شیر شاہ آگرہ سے واپس بہرام آیا اور سلطان محمود لوہانی کے ہاں ملازم ہو گیا۔ بہار اس وقت سلطان محمود شاہ لوہانی کے زیر تسلط تھا۔ اوائل 1528ء میں ہی سلطان محمود شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور بابر مشرقی صوبوں کی مہم سے واپس لوٹا تو شیر خان کو اس کی جاگیر اور عہدہ واپس مل گیا اور وہ مغلوں کا حامی اور معتمد سمجھا جانے لگا۔ دوسری طرف افغان سردار اور لیڈر مغلوں سے دہلی سلطنت چھیننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ افغانوں کے ساتھ ہمایوں کا معرکہ جو پنور اور لکھنؤ کے قرب و جوار میں ہوا، جس میں شیر شاہ اپنی جاگیر کے قلعہ میں قیام کرتا تھا اور اس نے افغان سرداروں کے ساتھ جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ افغانوں کو دور ہا کے مقام پر مکمل شکست ہوئی جو کہ پانی پت کے بعد ان کی دوسری بڑی شکست تھی، شیر خان تہا ایسا افغان سردار تھا جس نے مغلوں کے ساتھ شروع سے رواداری اور وفاداری کا سلوک کیا تھا اور اگر ہمایوں مصلحت سے کام لیتا اور شیر خان کے ساتھ مزاحمت کا راستہ اختیار نہ کرتا تو شیر خان ہمیشہ کے لئے مغلوں کا فرمانبردار دوست بن جاتا۔ یہ غلطی ہمایوں نے چنار اور جو پنور کے علاقے کا محاصرہ کر کے کی جس کا اثر براہ راست شیر شاہ پر پڑا۔ ہمایوں چنار اور جو پنور کے محاصرہ میں ناکام رہا تھا۔ فتح اور کامرانی اور نیک افعال کے درمیان شیر خان کو فیصلہ فالت کی تھی۔ اس کی توجہ اس کی توجہ کے اوصاف کی وجہ سے اس کی

ذات کے چاروں طرف ایک ایسا ہالہ بن گیا تھا جو اپنے کام کو ادھورا چھوڑ کر جا رہا ہو۔ شیرشاہ سوری سولہویں صدی کا طوفانی انسان تھا، فتح و ظفر کی لہریں ایک کے بعد ایک اسے اوپر اٹھا رہی تھیں کہ مئی 1545ء میں مرگ ناگہانی نے اسے آلیا۔ بہ فرض محال اگر وہ دس سال اور زندہ رہتا تو شاید وہ واقعتاً ایسا مستحکم نظام حکومت بنالیتا کہ اکبر کو آئندہ دس سال تک کچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، شیرشاہ نے محض 5 سال حکومت کی لیکن اتنے ہی قلیل عرصہ میں اس نے اپنے نئے قرون وسطیٰ کی تاریخ میں ایک ممتاز مقام بنالیا، جو اکبر اعظم کے بعد اگر کسی کو قابل حکمران تسلیم کیا جاتا ہے تو وہ شیرشاہ ہی ہے، تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ اس کی 5 سالہ حکومت کی اہمیت اکبر کی 50 سالہ حکومت سے کسی طرح کم نہ تھی۔

نیاب کی فتح کے بعد شیرشاہ کو اپنی سرحدوں پر دھیان دینا لازمی ہو گیا تھا۔ کوہستان نمک اور گھگھروں سے نہپٹ کر شیرشاہ سوری نے کشمیر کی طرف توجہ کی۔ جس کے بعد ملتان کو فتح کرتا ہوا شیرشاہ سندھ کی طرف متوجہ ہوا، بنگال ج ہندوستان کی تاریخ کی ابتداء میں سے ہے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے اس کا اطلاق ہندو زمانہ تاریخ پر بھی ہوتا ہے، جتنا زمانہ وسطیٰ کی تاریخ پر شیرشاہ نے جنوری 1540ء میں ظفر خان کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ جو کہ جلد ہی خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا تھا اس کی خبر شیرشاہ کو بھی ہو گئی تو وہ خود جون 1540ء میں بنگال کے لئے روانہ ہو گیا۔ بنگال میں یورش ختم کرنے کے بعد شیرشاہ نے مال گزاری کا بندوبست ختم کر کے بنگال میں متعدد مشہور سڑکیں بنائیں۔ اور تجارت منظم کی۔ شیرشاہ نے افغانوں کو بنگال میں آباد کر کے بنگال کو افغانوں کا دوسرا وطن بنایا۔ بنگال سے فارغ ہو کر شیرخان نے فروری 1542ء میں مالوہ کو فتح کیا جس کے بعد ریگستان راجپوتانہ کی راجپوت ریاستیں زیر نگیں لائی گئیں جس کے بعد میواڑ اور گجرات کو توجہ دی گئی۔ ہمایوں کی راہ فرار مارواڑ کے راستے تھی وہ اس خیال سے اس طرف آیا تھا کہ راجپوتوں سے اسے کچھ مدد مل جائے گی اور اگر قسمت نے یاوری نہ کی تو وہ قندھار جا کر اپنے بھائیوں عسکری اور ہندال سے مدد مانگے گا۔ مگر راستے میں مشکلات کے باعث اس نے روہڑی سے جیلیمر جو دھورو کا راستہ اختیار کیا، جو کہ دشوار گزار اور مشکل تھا، دوسرے مارواڑ کا راجہ مالوہ بھی مخالفانہ سازشوں میں شامل ہوتا نظر آ رہا تھا جو کہ وہ یہ سب شیرشاہ کے ڈر سے کر رہا تھا۔

مسلم سلاطین کا دور جو غزنویوں، خلجیوں، تغلق، غوری اور لودھیوں کے عہد حکومت اور فتوحات پر مشتمل تھا۔ بابر کے ہاتھوں ابراہیم لودھی کی پانی پت کے میدان پر شکست 1526ء کے بعد ختم ہو گیا جس کے بعد چھوٹے چھوٹے افغان سردار جو کہ صوبوں کے حکمران تھے، مغلوں کے سامنے بے بس تھے افغانوں کا پہلا دور جو کہ 1526ء میں لودھیوں کی شکست کے ساتھ ختم ہو گیا تھا۔ شیرشاہ سوری کی ہمایوں پر فتح کے بعد شیرشاہ سوری کی تاجپوشی کے بعد افغان حکمرانی کا دوسرا دور گردانا جاتا ہے جو کہ مختصر تھا، مگر تاریخ برصغیر پر اس دور کے دور رس نتائج مرتب ہوئے کیونکہ اپنے مختصر عہد حکومت میں شیرشاہ جو انتظامی ادارے قائم اور اصلاحات نافذ کر گیا تھا ان کی وجہ سے مغل کئی صدیوں تک برصغیر پر حکمرانی کرتے رہے اور شیرشاہ کی اصلاحات نے ان کے بعد حکمرانوں کو شیرشاہ کے فہم، زیرک، ذہین اور بالغ نظر

حکمران تھا جس نے مغلوں کے قریب رہ کر ان کی عادات و اطوار اور ان کے فن حرب کا تفصیل سے مطالعہ کیا۔ گو وہ سب افغانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا، مگر پھر بھی اس نے مغلوں کی خلاف انہیں اکٹھا ضرور کیا اور ابراہیم لودی کی شکست کا بدلہ باہر کے بیٹے ہمالیوں سے لیا اور اس طرح بظاہر مغلوں کا تقریباً خاتمہ کر دیا گیا۔

شیرشاہ سوری کی ساری زندگی کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک مردم شناس اور معاملہ فہم آدمی تھا، وہ اپنے زمانے کے افغان سرداروں سے بالکل مختلف تھا۔ شیرشاہ سوری نہ مال و زر کا دلدادہ تھا نہ عیش و نشاط میں کسی قسم کی دلچسپی رکھتا تھا، ہمایوں کی شکست کے بعد مغلوں کے حرم کی خواتین کی بھد احترام آگرہ واپسی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شریف انفس فاتح تھا اور مفتوحین اور خواتین کے ساتھ برتاؤ کیلئے اس نے سخت ترین احکامات جو اپنی فوج کو دے رکھے تھے ان پر عمل درآمد کرانے کیلئے بھی سختی برتتا تھا۔ شیرشاہ پڑھا لکھا عالم آدمی تھا اور بچپن میں تحصیل علم کیلئے مختلف مکاتب و مدارس میں جدید علموں کے زیر تعلیم رہا تھا۔..... بابر کی وفات دسمبر 1530ء میں ہوئی جب کہ شیرشاہ کو صرف 4 سال کا وقت ملا جو کہ زیادہ تر جنگ و جدل میں گزرا، ہمایوں کو بابر سے ایک بد نظم سلطنت وراثت میں ملی جبکہ وہ بابر جیسی خصوصیات نہیں رکھتا تھا۔ اور اس وقت اسکے دشمن سلطنت کے اندر اور باہر گھات لگائے بیٹھے تھے، دوسرے اسکا اپنے بھائی اس کی خلاف سازشوں میں مصروف تھے، بابر نے افغان سرداروں کی خلاف کئی بار فوج کشی کی مگر کوئی دیر با اثر نہ ہوا۔

1530ء کا سال شیر خان کے لئے عروج کا سال تھا۔ جب کہ افغان سردار تاج خان سروانی کی لاؤلد بیوہ لاؤ ملکہ اپنی بے پناہ مال دولت اور چنار کے قلعے کے ساتھ اپنی خوشی اور خواہش سے شیر شاہ کے عقد میں آ گئی۔ اسی سال غازی پور کے افغان سردان ناصر خان لوہانی کی لاؤلد ہندو بیوی گوہر گو سائیں اپنی بے پناہ مال و متاع کے ساتھ شیر شاہ کے نکاح میں آ گئی۔ قیام چنار کے دوران پرگنہ چنار کی جاگیر بھی شیر شاہ کے ہاتھ آئی چنار کے قلعہ کی فوجی اہمیت کے پیش نظر ہمایوں نے چنار کا قلعہ شیر خان سے مانگا جو اس نے دینے میں پس و پیش کی۔ اس پر ہمایوں نے ناراض ہو کر چنار کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ہمایوں کی پالیسی میں کوتاہ نظری اور عاقبت نااندیشی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ایک مورخ کے الفاظ میں شیر خان ہی تنہا ایسا افغان سردار تھا جس نے شروع سے مغلوں کے ساتھ رواداری اور وفاداری کا سلوک کیا تھا۔ اور اگر احسان فراموش ہمایوں مصلحت سے کام لیتا اور شیر خان کے ساتھ مزاحمت نہ کرتا تو اغلب ہے کہ شیر خان ہمیشہ کیلئے مغلوں کا دوست بن جاتا۔

چوڑ کا قلعہ فتح کرنے کے بعد شیر شاہ سوری کا اگلا ہدف کالنجر کا قلعہ تھا جو کہ بندھیل کھنڈ میں واقع ہے۔ کالنجر میں شیر شاہ کا باغی راجہ بیر سنگھ دیو بندھیلی نے وہاں کے راجہ کے پاس پناہ لی ہوئی تھی چونکہ کالنجر کے قلعہ تک کا راستہ مشکل اور دشوار گزار تھا۔ اس لئے شیر شاہ کا منصوبہ یہ تھا کہ قلعہ تک زمین دوز پوشیدہ راستہ بنایا جائے۔ جب شیر شاہ کے فوجی دستے راستے کی تعمیر میں مصروف تھے تو اس وقت www.asailorjaraid.com کے چلا آتا۔ ایسے ہی ایک موقع پر

شیر شاہ نے قلعے کی دیوار کو پھاڑنے کے لئے اپنے توپچیوں کو ایک بڑا راکٹ تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ راکٹ کسی غلطی کی وجہ سے وقت سے پہلے پھٹ گیا اور سارے توپچی اور دوسرے لوگ جن میں شیر شاہ بھی کھڑا تھا اس دھماکہ کی زد میں آ گیا۔ مٹی اور غبار کے بیٹھنے کے بعد تمام جیوں کی لاشیں جو کھڑکیوں کی صورت میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں، اٹکھی کی گئیں۔ شیر شاہ کی صرف ایک ٹانگ جو کہ اس کے جوتوں سے شناخت ہو سکی مل گئی۔ یہ واقعہ 23 مئی 1545ء کا ہے۔ گوشت کے متفرق ٹکڑے اکٹھے کر کے سہرام کے نزدیک ایک جھیل کو خشک کر کے شیر شاہ کا مزار تعمیر کیا گیا اور مزار کی کرسی کو زمین سے 30 فٹ بلند رکھا گیا اور وہیں شیر شاہ کو دفن کیا گیا۔ برصغیر کے اس عظیم حکمران اور فاتح کا یہ آخری معرکہ تھا جس میں وہ اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

شیر شاہ سوری کا عہد اور اس کی زندگی کا زمانہ انتشار اور افراتفری کے بیچ در بیچ واقعات کا ایسا الجھا ہوا مانا جاتا ہے جس میں سے صحیح حقائق نکال کر لانا بے حد مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ ویسے 16 ویں صدی برصغیر میں انتشار کا زمانہ تھا اس وقت برہمنی سماج کی پرانی قدریں دم توڑ رہی تھیں اور شمال مغرب سے مسلم حملہ آوروں کیساتھ علماء اور مشائخ کی آمد کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی روشنی سے برصغیر میں جہان نو پیدا ہو رہا تھا خود شیر شاہ سوری اسی ترقی پسند دور کی پیداوار تھے۔

خبرِ شخصی

علماء، خطباء، طلباء اور عام مسلمانوں کیلئے عظیم الشان
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطبات و افادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت،
(مکمل دو جلدوں میں) **دعواتِ حق**

مرتبہ مولانا سمیع الحق مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہو گئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑیگا

دعواتِ حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم، خطباء و اعظمین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی و ملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب و واعظ مقرر کیلئے بچی پکانی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد و ہدایت احسان و سلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخِ کامل کا کام دیتا ہے

دعواتِ حق: دین شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل عروج و زوال نبوت و رسالت شریعت و طریقت کے ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔

دعواتِ حق: شیخ الحدیث محدث و مجاہد کبیر مولانا عبدالحقؒ کی عام فہم اور دردموز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی و ایمانی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ فصلاً علماء، طلباء اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول: ۶۷۲..... قیمت /- ۲۱۰ روپے صفحات جلد دوم: ۵۰۲..... قیمت : /- ۱۶۵ روپے

موسس المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خطبہ ضلع نوشہرہ فیصلہ